The End of Faith میں عقیدہ اور عقل کی آویزش کا اسلامی تناظر میں تنقیدی جائزہ

The Conflict Between Religion and Faith in the Treatise "The End of Faith: A Critical Analysis with Islamic Perspective

Muhammad Salman Mir[1]
Anwar ul Haq[2]

Abstract:
Sam Harris is a famous American Philosopher and Neuro-Surgeon author of the New York Times Bestseller Book "The End of Faith: Religion, Terror and the Future of Reason". He is one of the four-horseman of New-Atheism Movement. Sam Harris articulates the damages of organized religions and holds strong stance against the religions especially Islam. He declares tenants of religions as irrational and assert that religions suspend reason in favor of religious beliefs. He rejects the Religion because it relies on Faith. He denies revelation as a source of knowledge and evidence and declares that religions ought not the evidence for their propositions. Moreover he asserts that religions and natural sciences should be judged by use of same methodology or inquiry model. He declares that religion itself is the cause of terrorism.
This research article discusses the aforementioned views of Sam Harris especially considering the use of Rationality in Islamic Sciences and conflict between reason and faith/religion. The Critical review examines the misunderstanding and problems contained in the selected work of Sam Harris. Using content analysis of selected work in the book "The End of Faith", main views on reason and faith are commented in the light of Islamic Thought.
Keywords: *Religion, Reason, Rationality, Certainty, Science, Philosophy, Epistemology*

تعارف

The End of Faith امریکی فلسفی اور نیورو سرجن Sam Harris کی بیسٹ سیلر کتاب ہے۔ مذکورہ کتاب 2004 میں منظر عام پر آئی۔ ہیرس نے اپنی کتاب میں انسانی ذہن کو مرکز بحث بنایا ہے۔ ہیرس مذہب پر تنقید کرتا ہے اور اسلام کا مسئلہ کے نام سے ایک پورا باب شامل کتاب کیا ہے۔ کتاب مذہب پر تنقید سے بھری پڑی ہے اور کہیں بھی خدا کے عدم وجود کے دلائل نہیں دیئے۔ اپنی کتاب میں Samuel Huntington کی تہذیبوں کے تصادم کے بیانیہ کو نئے سرے سے دہراتے ہوئے اس کا کہنا ہے کہ اسلام اور مغرب کی جنگ میں کوئی ایک ہی فاتح ہوگا یعنی کہ دونوں میں مفاہمت بہر صورت ممکن نہیں۔ اس کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو مغرب سے مفاہمت کے لئے بیرونی طور پر اصلاح یا اندرونی طور پر انقلاب کی ضرورت ہے۔

ہیرس مذہبی عقیدہ کو کورانہ عقیدہ قرار دے کر اس کو غیر عقلی طرز عمل کی اساس بتلاتا ہے۔ اس کے نزدیک عقیدہ (Faith) ہی لوگوں کو دہشت گردی اور جنونیت پر ابھارتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ نائن الیون کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ نیز وہ عقیدہ کو بطور

---

[1].Phd Scholar, Department of Islamic thought, History & Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan Email: msmeer82@gmail.com ORIC ID: https://orcid.org/0000-0001-4315-0369

[2]. PhD Scholar, Department of Hadith and Hadith Sciences, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan Email: anwarulhaq931@gmail.com ORIC ID: https://orcid.org/0000-0002-9996-4813

لازمی جزوحیات انسانی سے انکار کرتا ہے۔[1] اس کے مطابق اسلامی بنیاد پرستی میں اضافہ دراصل اسلام کی بنیادوں میں مضمر ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اصل مسئلہ بنیاد پرست مسلمان نہیں بلکہ اسلام کی بنیاد میں ہیں۔وہ اسلام کو کسی صورت قابل قبول نہیں سمجھتا اور اسلام کے بنیادوں عقائد میں ترمیم کامشورہ دیتاہے تاکہ اسلام کو اختیار کرنے والا اپنے آپ کو عصر حاضر سے ہم آہنگ کر سکیں۔[2] ہیرس کا کہنا ہے کہ ہمارے کلچر میں کسی شخص کے عقیدے پر تنقید کرنا ایک Taboo ہے۔[3] وہ اپنے قاری کو اس بات پر قابل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ تمام ہی عقائد نامعقول ہیں اور ہمارے لیئے خطرہ کا باعث ہیں۔اس کے مطابق ایمان چند مخصوص تاریخی اور مابعد الطبیعیاتی بیانات سے متعلقہ عقائد سے تعلق رکھتا ہے۔[4] ہیرس کا کہنا ہے کہ:

> To believe that God exists…… is to believe that I stand in some relation to his existence such that his existence is itself the reason to my belief.[5]

ہیرس کے نزدیک ایک شخص کا خدا پر یقین اور دیگر دنیاوی اشیاء پر یقین ایک ہی نوع سے ہے۔اس کے نزدیک مذہبی عقائد کو دوسرے عقائد کی طرح کسی ایک معیار(Criterion) سے گزرنا چاہیئے یا انہیں بھی تنقید کے لئے کھلا ہونا چاہیئے۔اس کے مطابق مذہبی عقائد میں معروضیت نہیں پائی جاتی۔وہ پوپ کی اتھارٹی کو چیلنج کرتا ہے۔اس کے مطابق پوپ کسی صورت خدا سے ذاتی طور پر رابطہ میں نہیں ہے؟وہ مذہب کے ناقابل چیلنج ہونے کے رویے پر تنقید کرتا ہے۔اس کے مطابق مذہب کے چند بالکل بنیادی عقائد ہی غلط ہیں۔[6]

ہیرس خدا کے وجود کے منکر ہونے کو بھی ایک عقیدہ کے طور پر لیتا ہے۔اس کے نزدیک مذہبی لوگوں کے دماغ بند ہوتے ہیں۔وہ مذہبی لوگوں سے کہتا ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کا از سر نو جائزہ لیں جب کہ وہ خود اپنے الحاد کا از سر نو جائزہ لینے سے کتراتا ہے چونکہ اس نے الحاد کو بطور عقیدہ اختیار کیا ہوا ہے۔اس کے مطابق اگر خدا کے وجود کو حقیقت مان بھی لیا جائے تو بھی خدا کے وجود کا ثبوت عقیدہ سے ہٹ کر قابل معلوم ہونا چاہیئے۔[7] اس کے نزدیک سائنس خدا کی بازیافت میں کامیاب نہیں ہوسکتی اور اس کی بازیافت کا محض یہی ایک طریقہ ہے۔[8] لہٰذا خدا کا عدم وجود اور الحادی نظریہ درست ثابت ہوسکتا ہے۔وہ مذہب کو انسانی تنازعات کا بنیادی ماخذ قرار دیتا ہے اس لیے اس کی رائے ہے کہ مذہب کو معاشرے میں کم اہمیت دینی چاہیئے۔

وہ معتدل مذہبی کمیونٹی کو مذہبی شدت پسندی کے پروان چڑھنے کی وجہ قرار دیتا ہے اور وہ شدت پسندوں کے مذہبی عقائد کے احترام کو ایک غیر ضروری شے سمجھتا ہے۔اس کے مطابق عقیدہ دراصل انسان کو اعمال وافعال پر آمادہ کرتا ہے۔اس کے نزدیک انسانی زندگی کا مقصد خوشی ہے۔وہ خدا پر یقین کو ختم کرنے پر ابھارتا ہے اور اس کی توجیہہ شواہد کی عدم دستیابی قرار دیتا ہے۔

---

[1] Harris, S. (2005).The End of Faith. New York: W.W. Norton p.15

[2] The rise of Islamic fundamentalism is only a problem because the fundamentals of Islam are a problem.

[3] Harris, S. (2005).The End of Faith P.13

[4] Ibid, p.64,65

[5] Ibid, p.63

[6] Ibid, p.66

[7] Ibid, p.50-79

[8] یعنی سائنس انکشاف کا واحد علمی طریقہ ہے۔

سیم ہیرس کے مطابق اسلام اور مغرب ایک دوسرے سے مسلسل جنگ کی حالت میں ہیں اور یہ نہ ختم ہونے والی کشمکش ہے اور اسلام کوئی امن والا مذہب نہیں کہ فی الوقت اسے چند شدت پرستوں نے ہائی جیک کر لیا ہو۔ اس کے مطابق ان کی جنگ جمیع مسلمانوں سے ہے جو اپنی ہدایت قرآن کریم اور اس کی تشریح حدیث کے ادب سے لیتے ہیں چوں کہ شدت پسندی قرآن اور حدیث سے جڑی ہوئی ہے نہ کہ چند مسلم شدت پسندوں کی ذاتی اختراع ہے۔ اس طرح سے وہ پوری مسلم کیمونٹی کو اپنے جارحانہ بیانات سے نشانہ بناتا ہے۔

ہیرس کے مطابق مسلمانوں اور مغرب کے درمیان مفاہمت کی بس ایک ہی صورت ہے وہ جس طرح سے مغرب میں عیسائیت نے اپنے بنیادی عقائد پر سمجھوتا کر کے جدیدیت کو اپنا لیا ہے اسی طرح مستقبل میں اگر مسلمان اپنے بہت سے راسخ العقیدہ عقائد سے صرف نظر کریں تو مسلمانوں اور مغرب میں مفاہمت ممکن ہے۔ ہیرس کو اسلام کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ اسلام میں دین اور دنیا میں دوئی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام کا مطلب ہی ایک شخص کا خدائی قوانین کی تعمیل میں سرنڈر کرنا ہے اور ان احکامات کا نفاذ دنیاوی زندگی میں ہی ہوتا ہے لہذا ہیرس کی یہ رائے روایتی اسلامی فکر کی رو سے چنداں اہمیت کی حاصل نہیں چونکہ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو واضح طور پر رہنمائی فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً۔ [1]

"اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ۔"

اسلام کے قوانین محض رسوماتی عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں نفاذ چاہتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ہر دائرہ میں ہر موقع کے لئے اسلامی ہدایات اور احکامات ہمہ وقت قابل نفاذ ہیں۔ مغرب میں مذہب کے خلاف بغاوت کی تو اس وقت عیسائیت میں کلیسا، ایک اتھارٹی حجت تھا اور ان کی بغاوت بجا بھی تھی۔ اس کے بجائے اسلام میں پاپائیت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو محض مذہبی ناقص تصورات کو مسترد کرنے کی ضرورت ہے۔ ناقص تصورات کا فیصلہ بھی کوئی غیر نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس اسلام کی بنیادی ہدایات قرآن اور حدیث کی صورت میں موجود ہیں جن سے انحراف کر کے نظریاتی طور پر ایک مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا۔

ہیرس اسلامی دنیا کو دو بڑی انواع میں منقسم خیال کرتا ہے: دار السلام اور دار الحرب۔ وہ اس کی تشریح کرتا ہے کہ مسلمانوں کی مذکورہ بالا تقسیم کی وجہ سے ہر غیر مسلم لازمی طور پر مسلمانوں کے تعصب کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔ اس کے مطابق قرآن کریم کے ہر صفحہ پر غیر مسلموں سے حقارت سکھلائی جا رہی ہے۔ مزید ہر صفحہ پر مذہبی معرکہ کی بنیادیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ وہ مذہب میں اعتدال پسندی کو ایک Myth قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اگر کوئی شخص مسلم عقیدہ اور مسلمانوں کی Violence کے درمیان تعلق کو نہ سمجھ سکے تو اسے نیورولوجسٹ کے پاس جانا چاہئے۔[2] وہ مسلم شدت پسندی کو اسلامی عقیدہ و ایمان سے جوڑتا ہے۔ اس کے مطابق مسلم شدت پرست کوئی اضافی طور پر شدت پرست نہیں ہوتا بلکہ اس کی شدت پرستی اس کے عقیدہ و ایمان کی عملی تطبیق میں مضمر ہے۔ وہ احکام

---

[1] البقرۃ:208

Al-Baqarah, 2:208

[2] Harris, The End of Faith P-123

قرآن کے نفاذ کے سلسلہ میں مغربی تہذیب کو اپنے گھرانے کے لئے مضر خیال کرتا ہے اور قرآن وحدیث کے ظاہری معنی پر عمل کر کے ہی شدت اختیار کرتا ہے اس سلسلہ میں وہ اسامہ بن لادن کی مثال دیتا ہے۔[1]

> "On the level of the state a Muslim aspiration for world domination is explicitly enjoined by God, on the level of the individual, the metaphysics of martyrdom provides a rationale for ultimate self-sacrifice towards his end." [2]

وہ اسلام مخالف جذبات کی رو میں بہہ کر بنیادی اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی بناپر اسلام کی طرف غیر فطری اور غیر معقول نظریات منسوب کرتا ہے۔[3] مثلاً ماؤں کا اپنے بچوں کو خود کش بمبار بننے کے سلسلہ میں تیار کرنا وغیرہ۔

ہیرس مذہب اور عقل کو ایک دوسرے سے متضاد باور کرواتا ہے جیسا کہ اس کی زیر نظر کتاب کے عنوان سے واضح ہے۔ وہ عقل کے استعمال اور عقل پرستی میں فرق کو روا نہیں رکھتا۔ عقل پرستی (Rationalism)[4] کے مطابق حقیقی علم صرف عقل (reason) کے دائرہ میں آتا ہے۔۔ عقلیت کا تعلق فلسفہ کی شاخ علمیات سے ہے۔ عقل پرستوں کے نزدیک انسان بدیہی تصورات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور محض عقل کے استعمال سے حق کی پہچان ممکن ہے۔ علم کے حصول کے لئے عقلی ذہن (Rational Mind) کا ہونا کافی ہے۔ ڈیکارٹ، سپی نوزا اور لیبنیز عقلیت کے اماموں میں سے ہیں۔

خدا کے وجود کے سلسلے میں حواس پر مبنی ثبوت کی عدم فراہمی اکثر ملحدین کی طرف سے بطور دلیل پیش کی جاتی ہے۔ یہ بنیادی طور پر ملحدین کی جانب سے عام افراد کے ذہنوں میں خلجان پیدا کرنے کی مذموم سعی ہے۔ ثبوت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ حسی ہو۔ ثبوت حسی، عقلی اور خبری (گواہی یا شہادت) تینوں طرح کے ہو سکتے ہیں۔[5] یہی علم کے ذرائع شمار ہوتے ہیں۔ نیز علم میں یقین بھی شامل ہوتا ہے۔ جب کسی شے کے بارے علم کا اقرار کیا جاتا ہے تو اس میں اس شے بارے یقین لازمی شامل ہوتا ہے۔[6] مثلاً تاریخی شخصیات کے وجود کا ثبوت صرف خبر کے بطور ذریعہ علم تسلیم کرنے سے ہی ممکن ہے۔ ثبوت کی نوعیت دعوی کی نوعیت سے بدل جاتی ہے۔ قرآن کریم میں باری تعالیٰ کی ذات کے ثبوت کے طور پر کائناتی مظاہر کو اسی لئے پیش کیا گیا ہے تا کہ لوگ اپنی عقل کی صلاحیت کو استعمال میں لا کر عقلی طور پر جان لیں کہ کائنات کا کوئی خالق ضرور ہے۔ تجرباتی علم سے حقیقت کا کلی ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ زیر مشاہدہ شے پر مشاہدہ کار کا مشاہدہ بھی اثر انداز ہوتا ہے اور ایسا مشاہدہ سراسر معروضی نہیں ہوتا بلکہ اس میں موضوعیت کا حصہ بھی ہوتا ہے۔ ہیرس کا کہنا ہے:

> The repudiation of religion equates to the negation of God Most religions have merely canonized a few products of ancient ignorance

---

[1] Ibid, p. 29,30.

[2] ibid p. 34

[3] Ibid, p.136

[4] عقل پرستوں کے نزدیک عقل کے برمحل اور درست استعمال سے ہم انسانی وجود اور کائنات کے معنی جان سکتے ہیں۔ عموماً عقلیت کے بذیل کوائف بیان کئے جاتے ہیں:

ا۔ علم a priori یعنی بدیہی ہوتا ہے۔ ۲۔ علم عقلیت سے حاصل ہوتا ہے۔

[5]۔ تاریخی واقعات کے حسی ثبوت کی فراہمی ناممکنات میں سے ہے۔

[6]. Mathew, C., Pritchard, D. (2014). Philosophy for Everyone. (ed.).Routledge. New York, p.23.

and derangement and passed them down to us as though they were primordial truths."[1]

ہیرس اسلام کا ذکر کئے بغیر دعویٰ کرتا ہے کہ اکثر مذہب نے قدیم جہالت اور فکری ژولیدگی کو اساسی حقائق یا صداقتوں کی صورت میں قانونی شکل دی ہے۔ ہیرس کا یہ دعویٰ کسی صورت معتبر نہیں ہے چونکہ اس کے پاس اس دعویٰ کے کوئی تاریخی سائنسی یا دیگر ثبوت نہیں ہیں بلکہ اس کی ذہنی اختراع ہے۔ تمام مذہب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا قرین انصاف نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اولین انسان آدمؑ ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر علم کی معرفت عطا کی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (31) قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (32) قَالَ يَاآدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ (33) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ[2]

''اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا (اگر تمہارا خیال صحیح ہے) تو پھر ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ جب فرشتوں پر فضیلت آدمؑ منکشف ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ (ابلیس جو کہ جنوں میں سے تھا) اس موقع پر اکڑ گیا اس نے انکار کیا اور تکبر میں آکر کافروں میں سے ہو گیا۔ حالانکہ وہ فضیلت آدمؑ کا عینی شاہد تھا لیکن اس کے باوجود نفس کی اتباع میں راندہ درگاہ ہو گیا۔''

مسلمہ مذہبی حقائق بارے مختلف مذاہب کا بیانیہ جدا جدا ہے ۔ لیکن بہت سے مذاہب میں یکساں نظریات بھی ملتے ہیں۔ مرور ایام کی وجہ سے مسلمہ مذہبی بیانات میں حک و اضافہ کی وجہ سے مذہب کی تعلیمات مسخ ہو چکی ہیں۔ اس بنا پر بعض مذاہب میں خاصی مضحکہ خیز روایات عقائد کی صورت میں بیان کی جاتی ہیں ملحد مفکرین ان روایات کو مسلمہ مذہبی حقائق کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ دیومالا اساطیر اور مسلمہ مذہبی عقائد میں فرق کرنا تحقیق کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔ زمین کا کسی گائے کے سینگوں پر توازن حاصل کیے ہونا یا کسی کچھوے کی پشت پر ٹھہرے ہونا ایک اسطور ہو سکتا ہے لیکن ایسا کسی بھی الہامی مذہب کی بنیادی روایات میں مرقوم نہیں۔ مسلمہ مذہبی حقیقت کسی بھی مذہب کے اساسی ماخذ سے ہی معلوم ہوتی ہیں اور ان پر اس مذہب کے جملہ مکاتب فکر کا جمع ہونا بھی ضروری ہے ۔

عقیدہ عقل کے استعمال اور منطقی سوچ پر غیر متزلزل یقین کی بدولت ہی مسلمانوں کے عہدے زریں کی یادیں اب بھی تازہ ہیں ۔ اس دور میں سائنسی ایجادات کو خوش آمدید کہا گیا اور انہیں اللہ کی طرف سے عنایات قرار دیا جاتا تھا جبکہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں عقل اور مذہب کے درمیان کشاکش اب بھی جاری ہے لیکن اسلام دین فطرت ہے اور عقل سلیم اور اسلامی تعلیمات میں ہم آہنگی اور موافقت موجود ہے ۔

---

[1] Harris, S.The End of Faith.p.72

[2] سورۃ البقرۃ:31تا 34

Al-Baqarah, 2:31-34

ہر مشاہدہ قابل اعادہ ہونا مروجہ سائنس کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت اور جہنم کا مشاہدہ ان کی ذات تک محدود ہے اور امتیوں کو اس مشاہدے کی خبر بذریعہ روایات ہوئی ۔جنت و جہنم کے احوال ان کی خصوصیات ،فضائل وخصائل مسلمانوں کے نزدیک مسلمہ مذہبی روایات ہیں ۔

عموماً مذہبی عقیدہ کو عقلیت کے متضاد تصور کیا جاتا ہے ۔عقیدہ کسی ثبوت کے برخلاف شئے یا کسی شخص پر اعتماد کی صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جبکہ عقل کے معاملہ میں تصور کیا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد ٹھوس ججمنٹ، بہتر شعور اور کسی بھی مسئلے کو منطقی طور پر سوچنے کی صلاحیت پر ہے۔قرآن مجید متعدد جگہ اپنے مخاطبین کو سوچنے سمجھنے تفکر وتدبر کرنے پر زور دیتا ہے۔سوچنا، دلیل دینا اور غور وفکر کرنا ہمارے عقیدے کے لازمی اجزاء ہیں۔علم و عرفان کے بغیر ایک آدمی خدا کو کیسے پہچانے گا یا اس کی بندگی اختیار کرے گا ؟ذات باری تعالی انسانی فہم سے بالا تر ہے، ماوراء ہے۔انسان اپنے وجدان، تذکر، تدبر اور غور و فکر کے زریعے اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔الست بربکم۔۔۔دراصل قبل تجربی نقوش کی صورت انسان کے اندر موجود ہیں۔عقل زیادہ اہم مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور عقل محض انسان کو منزل تک پہنچانے سے قاصر ہے۔[1]

معقولیت اور غیر معقولیت میں یہ فرق نہیں کہ ایک میں عقل کا استعمال ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں۔اس طرح دانشمندی اور غیر دانشمندی میں ایسا نہیں کہ غیر دانشمندی میں عقل استعمال نہیں ہوتی بلکہ ایک میں عقل کے صادر کردہ فیصلے اور استدلال کی بنیادی صحیح ہوتی ہیں اور دوسرے میں غلط ہوتی ہیں۔نیز عقل مطلق ہونے کے بجائے اضافت کی حامل ہے۔یعنی اس کا انحصار افراد کے عقول پر ہے۔افتادِ طبع اور ہر شخص کی ذاتی ترجیحات اور میلانات اس کی صلاحیت کے استعمال میں مداخلت کر سکتے ہیں ۔کوئی بھی عقل کی بات سو فیصد معروضی نہیں ہو سکتی ۔اس میں شاہد کی داخلی کیفیات کا ضرور عمل دخل ہوتا ہے۔عقل کے استعمال میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ انسان عقل کا استعمال تلاش حقیقت کے ضمن میں کر رہا ہے یا کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ؟

جس طرح عقل کے استعمال سے انسان کو خدا کی معرفت عطا ہوتی ہے اسی طرح عقل کا عدم استعمال ایک انسان کو بدعقیدگی، بت پرستی، منافقت، شرک وغیرہ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ عقل کا فقدان ایک شخص کے حق کی پہچان اور دین کی قدر وقیمت سمجھنے میں رکاوٹ پیدا کر سکتی ہے ۔پہلی وحی ہی انسان کو پڑھنے کی ترغیب دیتی ہے۔جس میں مخلوق اور خالق پر غور و فکر اور علم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ [2]

اسلام کسی اندھی عقیدت کا نام نہیں۔اسلام کی بنیادی تعلیمات عقل سے ہم آہنگی ہے۔ایک غیر مسلم کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو یقیناً اس کی عقل کو اپیل کیا جاتا ہے اور اسے بصیرت کی بنیاد پر اسلام کی دعوت دی جاتی ہے۔غیر مسلم سے امید کی جاتی ہے کہ وہ

---

[1] اصلاحی، امین احسن۔(۲۰۰۸)فلسفے کے بنیادی مسائل، فاران فاونڈیشن، لاہور، ص ۲۰۱۔
Amin Ahsan Islāhī, Falsfay kay Bunyādī Masā’il, Lahore, Fārān Publishers, 2008, p.201

[2]۔ العلق : 1تا 5

تنقیدی فکر اور سوچ اختیار کرتے ہوئے اسلام کی حقانیت کو جانچے اور اس طرح سے ایسا فیصلہ کرے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد موجود ہو۔ احقاق حق کے ضمن میں ایک غیر مقلدانہ روش اختیار کرے۔ غیر جانبدارانہ طرز عمل اختیار کرتے ہوئے مروجہ مذہبی عقائد کو عقل سلیم کی میزان پر رکھتے ہوئے اسلام کے ٹھوس بنیادیں عقلی دلائل کی بنیاد پر دعوت دین دی جاتی ہے ۔

اللہ تعالی نے انسان کو عقل کی نعمت سے سرفراز کیا اور بنی نوع انسان کی نجات اور کامیابی کی خاطر اپنے احکامات بذریعہ انبیائے کرام، وحی کی صورت میں نازل اور صادر فرمائے .انسان کو عطا کردہ عقل اور انبیاء کرام کے ذریعے نازل شدہ رشد وہدایت میں مغایرت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ان میں اصلا کوئی عدم مطابقت نہیں ہے دین اسلام کو علی وجہ البصیرۃ اپنانے کا مطلب ہی بصیرت بمعنی عقل کے ذریعے اسلام کی بطور واحد ضابطہ حیات پہچان ہے ۔دین اور عقل کوئی Non-overlapping Magisterium نہیں ہیں بلکہ ہر دو ایک دوسرے کے موئد ہیں۔ دین کی سب سے مویداور اس سے ہم آہنگ چیز خود عقل ہی ہے[1]۔

دین کو واجب التسلیم ماننے کے باوجود اس کا خلاف عقل یہ ماورائے عقل ہونا اگر عقل سے ثابت ہو سکتا ہے تو سب سے پہلے خود یہی بات دین اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ دین کی آمد کا مقصد یہ نہیں ہے کہ عقل کی حوصلہ شکنی کی جائے، نہ دین کو تسلیم کرنے میں عقل کے زیر ہو جانے کو ماننا ہی تسلیم کا لازمی تقاضا ہے۔ عقل کا دین کے ماتحت ہونے کے تقاضے سے نہ اس کا عدم استعمال لازم آتا ہے، نہ غیر فعال ہونا۔ دین پر چلنے کا فیصلہ بھی تو عقل کے استعمال سے ہی ممکن ہے حق و باطل میں تمیز بتائید الہی عقل سلیم کے استعمال سے ہی ممکن ہے۔ انسان کا دنیاوی امور کے مختلف ہونے کا بھی اس کے صاحب عقل ہونے پر انحصار ہے۔ حق اور باطل میں تمیز کے لیے کم از کم عقل مطلوب و مقصود ہے اور یہ الہی تقاضہ کے تحت انسان کو عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

" وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ." [2]

"اور ہم نے اسے دو راستے دکھائے پس وہ دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا۔"

اگر ایک شخص عقل کو بطور آلہ استعمال کر کے وجود باری تعالی کا انکار کرتا ہے، یا کائنات کی مقصدیت کا منکر ہے تو اس میں خرابی عقل کے استعمال میں ہے، نہ کہ اصل عقل میں۔ عقل کے جزوی یا کلی استعمال اپنے عقل محض اور عقل کل میں تمیز کرنا بھی ضروری ہے۔ عقل کی صلاحیت سارے انسانوں میں یکساں طور پر نہیں پائی جاتی لیکن مسئول انسان کو اتنی عقل لازما عطا کرتا ہے جو اس کے اندر حلال و حرام لیکن مسئول انسان کو اتنی عقل لازما عطا کرتا ہے جو اس کے اندر حلال اور حرام اور حق اور باطل میں تمیز کی باعث ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔"[3]

---

[1] ۔ ایقاظ
Iqāz

[2] ۔ البلد: 11
Al-Balad, 11

[3] ۔ الاسراء: 36
Al-Isrā:36

"اور ایسی بات مت کہو جس کا تمہیں علم نہیں کیونکہ کان، آنکھ اور دل کے (افعال) بارے میں ان سب سے سوال کیا جائے گا۔"

اب اگر ایک شخص اپنی دانست میں مذہب کی برتری کو ثابت کرتے ہوئے عقل کی بے مائیگی کے اظہار کو ہی دین کی خدمت تصور کرے اور وہ اپنے مخاطبین سے اس سلسلہ میں یہ امید رکھے کہ وہ اس کے دعٰوی جات/بیانات کو سمجھ کر اختیار کر سکیں، یہ ایک عجیب مغالطہ ہوگا۔ اسلام بنیادی طور پر لوگوں کے اندر حق اور خیر کی رغبت دلاتے ہوئے ہمیشہ انفس اور آفاق کے مظاہر کی مثالیں دیتا ہے اور حق سبحانہ و تعالی اپنی ذات کی موجودگی کے لئے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اپنی مخلوق اور کائنات مظاہر کی مثالیں دیتا ہے، تاکہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عقل کو کرپٹ نہیں کرلیا وہ خالق کی صناعی کو دیکھ کر اس صانع کی طرف متوجہ ہوں اور پھر یہ جاننے کی کوشش کریں کہ اتنی ہم آہنگ اور منظم کائنات کو وجود کیا محض کھیل اور تماشے کے طور پر بخشا گیا ہے یا کہ اس کا کوئی مقصد ہے ؟ فرمان خداوندی ہے:

"أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ۔"[1]

"کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار میں پیدا کیا ہے اور تمہیں بالآخر لوٹ کے ہمارے پاس نہیں آنا۔"

دور حاضر میں ایسے ملحدین پائے جاتے ہیں جو کہ "بشر مرکز" فلسفوں[2] کے زیر اثر اور نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر انکار خدا کر بیٹھے ہیں۔ شیطان نے خدا کا انکار تو نہیں کیا بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی کی روش اختیار کرنے کی وجہ سے دھتکارا گیا۔ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم آدمؑ کی علمی فضیلت کی بنا پر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ اولین نفوس انسانی اصل میں اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔ ہیرس کا انہیں جہالت اور ژولیدگی سے متصنف کرنا حقائق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ ہیرس اولین صداقت بسلسلہ وجود باری تعالی کو بھی جہالت قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں خدا کے وجود کی عقلی دلیلیں دی گئی ہیں۔ ساری کی ساری کائنات اپنی بقا اور استمرار میں اللہ تعالی کی مدد کی محتاج ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ۔" [3]

"اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔"

آسمانوں اور زمین کے قائم رہنے کو اللہ تعالی نے نشانیاں قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے یہ نشانیاں کسی خالق کے وجود کے لئے رکھی گئی ہیں۔ آسمان اور زمین کا ایک کمال ربط (Integrity & harmony) کے ساتھ برقرار رہنا اور اس کے جمیع حیران کن عجائبات، اصل میں صانع کی طرح اشارہ ہیں کہ زندگی کا رواں دواں رہنا کسی ہوشیار اور اعلی ہستی کی کار فرمائی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے۔

---

[1] المومنون: 115 -
Al-Mo'minūn:115

[2] مثلاً انسانیت پرستی Humanism

[3] سورۃ الروم: ۲۵

Al-Rūm:25

''اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔'' [1]

''بے شک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے تاکہ یہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے گا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک وہ حلیم اور غفور ہے۔''

زمین کی محوری گردش، سورج کے گرد مداروی حرکت، موسموں کا تغیر، انسان کے لیئے موزوں حالات کی فراہمی اور بندوں کی مصلحتوں کا کمال درجہ انتظام جیسے تمام امور بغیر کسی خالق و مالک کے خود بخود وجود میں نہیں آسکتے۔ کائنات کو پیدا کرنے والی مدبر و متصرف ہستی ہی اس کائنات کو پختگی تک پہنچاتی ہے اور چیزوں کو بطریق احسن پیدا کرنے کے بعد درجہ کمال تک پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

''وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُھَا جَامِدَۃً وَّھِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ اِنَّہٗ خَبِیْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ۔'' [2]

''آج تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوب جمے ہوئے ہیں، مگر اُس وقت یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے، یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔''

مزید یہ کہ جانداروں/حیوانات میں اپنی منفعتوں کا حصول اور ضرر سے اجتناب و دوری اپنی اولاد سے محبت و شفقت اور ان کی مصلحتوں کی رعایت اور واجبات کا قیام یہاں تک کہ وہ بڑے ہو جائیں، یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو سکتا۔[3] ایک انسان کو یقین لانے کے لئے زمین میں بے حد و حساب نشانیاں ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ۔'' [4]

''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

لہٰذا اتنی نشانیوں کے باوجود اگر کوئی خدا کے وجود سے صرفِ نظر کرے تو یہ جاہلیت ہے چوں کہ ایسی عبقریت لایعنی ہے جس میں انسان کو تخلیق کے مقصد کا علم نہ ہو اور وہ انسان خالق کے وجود کی تصدیق نہ کرے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

''اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ.'' [5]

''اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ''

1سورہ فاطر: ۴۱
2سورۃ نمل: ۸۸
3السعدی، عبدالرحمان بن ناصر، توحید ربوبیت پر عقلی دلائل، مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب، ص4۔
4-الذاریات: ۲۰
5-مائدہ: 50

ہیرس عقیدہ کے عقلی تنقید سے مبرا ہونے کی دو وجوہات بیان کرتا ہے:

> Two myths now keep faith beyond the fray of rational criticism, and they seem to foster religious extremism and religious moderation equally:
>
> (1) most of us believe that there are good things that people get from religious faith (e.g., strong communities, ethical behavior, spiritual experience) that cannot be had elsewhere; (2) many of us also believe that the terrible things that are sometimes done in the name of religion are the products not of faith per se but of our baser natures—forces like greed, hatred, and fear—for which religious beliefs are themselves the best (or even the only) remedy. Taken together, these myths seem to have granted us perfect immunity to outbreaks of reasonableness in our public discourse. [1]

۱-بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ لوگ مذہبی عقائد سے بہت سی اچھی چیزیں لے لیتے ہیں۔ مثلاً مضبوط طرز تکلم، اخلاقی رویئے، روحانی تجربات وغیرہ۔

۲-مزید یہ کہ مذہب کے نام پر تکلیف دہ عوامل مذہب کی اصل میں سے نہیں ہیں بل کہ یہ انسان کی پست/خسیس فطرت کی وجہ سے ہوتی ہیں لہٰذا مذہبی عقائد کو اس کا موجب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وہ ان کو قصے کہانیاں یا اساطیری درجہ دیتا ہے کہ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

ہیرس عقیدہ کی بابت جزوی حقائق کو مفروضاتی کہانیوں سے منسوب کرتا ہے اس کے نزدیک انسان، عقیدہ کی صورت میں اساطیری کہانیوں سے Intoxicate ہوتے رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے عقائد عقل اور شواہد سے سراسر محروم ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ:

> How is it that, in this one area of our lives, we have convinced ourselves that our beliefs about the world can float entirely free of reason and evidence? [2]

غیر عاقل مادہ سے طبیعی عوامل کی بنیاد پر عقل کا ظہور کیسے ممکن ہے؟ فطرت پرستی[3] کے تحت تو وجود صرف مادی یا طبیعی نوعیت کا ہو سکتا ہے اور اس کے ماسوا کوئی بھی وجود غیر عقلی تصور ہو گا، لہذہ اس صورت میں فوق مادہ کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ انسانی عقلی صلاحیتوں کو محض مادی سطح پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ مادہ اپنے تئیں دانش کی صلاحیت سے تہی دامن ہے۔ اس صورت میں انسانی دماغ کا عقلی صلاحیتوں کو استعمال کرنا فطرت پرستی کے مغائر ہے۔ دماغ کے ایٹمز نے کیسے فیصلہ کر لیا کہ وہ سوچنے سمجھنے، تفکر اور تدبر کا کام کریں گے؟ غیر عاقل سے عقل کا صدور محال ہے۔ طبیعی stuff کا کوئی مقصد نہیں ہوتا اور طبیعی عوامل کسی دانستگی کی وجہ سے وقوع پذیر نہیں ہوتے۔ فطرت

[1] Harris, The End of Faith، p.15
[2] Harris, S. (2005).The End of Faith P.17
[3] .Naturalism

پرستوں کے نزدیک ہمارے دماغ میں سوچنے اور عقل کی صلاحیت ارتقاء کے نتیجہ کے طور پر سامنے آئی، جبکہ طبیعی عملیات میں ذاتی بصیرت نام کی کوئی شے نہیں ہوتی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دماغ کی بصیرت خارج سے شامل کی گئی ہے۔[1]

ہیرس دوسرے نوالحادیوں کی طرح عقیدہ پر جرح کرتا ہے۔ اس کے مطابق کسی شے پر یقین بہ صورت اس وقت کیا جا سکتا ہے جب اس کی کوئی حسی گواہی موجود ہو یا پھر صاحب یقین نے خود اس کا تجربہ کیا ہو۔ وہ کہتا ہے کہ خدا پر یقین رکھنے والے اگر یہ کہیں کہ ہم نے خدا کو دیکھا ہے تو پھر ان کے یقین کا جواز بنتا ہے۔ اس کے مطابق یہ کہنا کہ میں خدا پر اس لیے یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مجھے اچھا لگتا ہے، تو اس یقین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا پر یقین اس صورت تسلیم کیا جائے گا جب اس کے ساتھ کوئی تعلق ثابت نہ ہو جائے۔ ہیرس کے مطابق:

> "To believe that God exist is to believe that I stand in some relation to his existence such that his existence to his existence such that his existence is itself. The reason for my belief. There must be some causal connection or an appearance thereof, between the fact in question and my acceptance of it. In this way, we can see that religious believes to be beliefs about the way the world is must be as evidentiary in spirit as any other." [2]

سائنسدانوں کے مشاہدہ پر عمومی طور پر یقین کیا جاتا ہے اس وقت تک کسی ایک شخص نے بھی الیکٹران کو نہیں دیکھا عملی طور پر الیکٹران کے بہاؤ سے بجلی کے پیدا ہونے سے لے کر متعدد دیگر مظاہر سے الیکٹران کے وجود پر یقین دراصل ہر فرد کے الیکٹران کے ساتھ ذاتی تعلق کی وجہ سے نہیں بل کہ یہ ایک اعتماد کی کڑی ہے۔ مزید یہ کہ صرف حسی مشاہدہ ہی بطور دلیل یا ثبوت نہیں لیا جا سکتا۔ کسی بھی شے کے بارے میں ہمین تین طرح سے علم حاصل ہو سکتا ہے۔ حسی عقلی اور خبری۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کا شعور حسی سے زیادہ عقلی ذریعہ علم سے حاصل ہوتا ہے چوں کہ اس کے لئے مظاہر فطرت میں غور و فکر شامل ہوتا ہے۔

ہیرس کا کہنا ہے کہ کسی بھی مذہب کے پاس اپنے بیانات/ قضایا کے حق میں کوئی شواہد دستیاب نہیں ہیں۔ وہ حسی اور نقلی ہر طرح کے شواہد/ گواہیوں کا منکر ہے۔ اس کے مطابق ہر مذہب جن Propositions کی دعوت دیتا ہے ان کے بارے میں کوئی گواہی Conceivable تک نہیں ہے۔

> "Every religion preaches the truth of proposition for which it has no evidence. In fact, every religion preaches the truth of propositions for which no evidence is even conceivable. This put the "Leap" in Kierkegaard leap of faith." [3]

اس کا کہنا ہے کہ اگر انسان اپنا ماضی مکمل طور پر بھول جائیں اور پھر انہیں زندگی از سر نو شروع کرنی ہو تو ان کی ترجیحات یہی ہوں گی کہ کھانا پینا کیا ہے اور اپنی حفاظت کیسے کرنی ہے۔ اس صورت میں ان کے لیے سیدہ مریم کی کنواری ہونا اور سیدنا عیسیٰ کی معجزانہ پیدائش بہر

[1] Tzortzis, H.A.(2019) The Divine Reality(ed.)San Clemente:FB publishing.p.55
[2] Harris, S. (2005).The End of Faith. P.63
[3] Harris, S. (2005).The End of Faith. P-23

صورت ترجیح نہیں ہو گی۔ ہیرس یہاں اپنی جانب سے ہی ترجیحات کا تعین کر رہا ہے۔ ایک ایسی صورت حال ہے جس سے انسان کبھی گزرا نہیں۔ مستقبل کے حالات بارے مفروضہ تو قائم کیا جا سکتا ہے لیکن مطلقاً کوئی بات وثوق سے نہیں کی جا سکتی۔ ممکن ہے کہ دوبارہ ہوش آنے پر انسان کھانے پینے کے علاوہ کسی اور شے کی تمنا کریں۔ اور بالفرض کھانے پینے کی تمنا کرنا ہی ترجیح اول ہے تو یہ انسانی جسم کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔ اس سے دینی روایات کے کالعدم ہونے کا مفروضہ کیسے پنپ سکتا ہے۔ اسلام کی دعوت عملی اور تنقیدی ہے۔ اسلام ہر معاملہ کو تنقید کی کسوٹی پر رکھتا ہے اور متبادل راہوں میں سے معقول اور مستحکم راہ کو قبول کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ عقل کے بغیر وحی کی صداقت کی شناخت نہیں ہو سکتی اور نہ عقل کے بغیر اس کا منزل من اللہ ہو تسلیم کیا جاتا ہے۔ عقل کے بغیر وحی کو لغویات سے ممتاز نہیں کیا جا سکتا۔[1]

ہیرس کا سیدنا عیسیٰؑ کے کنواری مریمؑ کے بطن سے معجزانہ پیدائش کا حوالہ ایک خود کار فرض کیا گیا معاملہ ہے۔ اس کے بجائے وہ انسانوں کا ارد گرد کے مظاہر پر غور کرنا اور پھیلی ہوئی کائنات کے اسرار و رموز کو جاننا بھی ترجیحی معاملات سے ہو سکتا ہے۔ قرآنی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب بھی کائنات میں غور و فکر کرے گا، اسے پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس کائنات کو باطل میں محض کھیل تماشے کے لیئے نہیں بنایا گیا۔

اسلامی نقطہ نظر سے عقیدہ کی بنیاد ہی بصیرت پر مبنی ہے۔ قرآن کریم متعدد مواقع پر انسان کو مظاہر فطرت کے نظارہ کی دعوت دیتا ہے اور تفکر، تدبر، غور کی اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔ انبیائے کرام کی دعوت انسانی عقل اور بصیرت کو اپیل کرتی تھی۔ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بھی انسانی عقل کا کائناتی حقیقت کے تعین میں استعمال کا ثبوت ہے۔ ابراہیمؑ کا قصہ عقیدہ کی عقلی اساس کو سمجھنے کے لئے ایک بہترین مثال ہے: جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ-"[2]

"ہم نے ایسے ہی ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تا کہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔"

یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی خلقت اور ان میں موجود عجائب و غرائب میں غور کر کے اپنی وحدانیت پر استدلال کرنے کی دعوت دی تا کہ توحید باری تعالیٰ پر ان کا یقین مزید مستحکم ہو جائے۔ اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ-"[3]

"تو جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا کہنے لگا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ غروب ہو گیا تو اس نے کہا کہ میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا۔"

---

[1] فاروقی ، ڈاکٹر اسماعیل راحی ، علوم کی جدید کی اسلامی تشکیل ، مترجم پروفیسر سید محمد سلیم ، کتاب محل لاہور 2018 ص 53

[2] الانعام:75

[3] ایضاً :76

تحقیق کی زبان میں ستارے کو رب کے طور پر فرض کرنا ایک نل مفروضہ [1] کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی کہ کوئی ایسی دلیل ہے کہ جو اس ستارے کو رب ثابت کرتی ہو۔ عقل والے کسی محبت و برہان کے بغیر کسی بات پر ایمان نہیں لاتے۔ ستارے کا غروب ہونے سے مراد اس کا مصالح کی فراہمی کے معذوری اور تدابیر امور سے عاری ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ خدا کو تو مصالح کے جاری کرنے والا اور ہمہ وقت تدبیر امر کرنے والا ہونا چاہیئے۔ تو ایسی ذات جو کہ کبھی غائب اور کبھی حاضر اور اپنی بقا کے لئے غیر کی رہین منت ہو تو وہ خدا کیوں کر ہو سکتی ہے۔

چاند کو دیکھ کر بھی نل مفروضہ قائم کیا اور پھر چاند کو بطور رب ہونے کی نفی کی۔ بعد میں سورج (بصری مشاہدہ میں ستاروں اور چاند سے جسامت میں بڑا اور زیادہ روشن و چمکدار) کو دیکھ کر اس پر رب ہونے کا ٹیسٹ کیا اور نتیجہ کے طور پر (غروب ہونے کی صفت کی بنا پر) اس کے خصائص کا ذکر کیا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل کی صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے گویا ہوئے:۔

"إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔"[2]

"بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔"

معلوم ہوا کہ انسانی عقلی صلاحیتوں کے بروقت اور برمحل استعمال کے ساتھ انسان حقیقت کو پالیتا ہے اور یہ عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ حقیقت کو پالنے کے بعد اس حقیقت کو مان بھی لیا جائے اور وہ حقیقت اولیٰ اور حقیقت مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ ہے۔ قرآن کریم غور و فکر بابت انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری ہے:

"قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔"[3]

"اے نبیؐ ان سے کہو "میں بس ایک نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لئے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو۔"

یعنی کہ اکیلے میں اور گروہی شکل میں سوچنے اور فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ آیت مبارکہ مسلمانوں میں پائی جانے والی کمزوریوں کی بیخ کنی کے معاملہ میں بڑی قاطع ہے۔ اسلام کہیں بھی اپنے ماننے والوں کو عقل سے پیدل کرنے کی طرف نہیں ہانکتا بلکہ اس کا مطلوب و مقصود بصیرت کے حامل افراد کی تیاری ہے۔

ہیرس کے مطابق عقیدہ عقل کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا۔ اس کا کہنا ہے کہ مذہبی روایات میں نئے تعلم کا اضافہ کرنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں چند ارکان ایمان کو نظر انداز کرنا وقت کی اشد ضرورت ہے۔[4] اس کے مطابق یہی حقیقت جدت پسندی کہلائے جانے کے لائق ہے۔ پچھلے 6 ہزار سالوں میں لوگ "روایت" سے ہٹ کر بہت جان چکے ہیں۔ اب ان روایات کے ساتھ چپکے رہنا عقل مندی

---

[1] Null Hypothesis
2 الانعام: 79
3 سورۃ سبا:46
[4] Harris, S. The End of Faith, p.19

نہیں ہے۔اپنے دعویٰ کی تائید میں کہتا ہے کہ موسیؑ کے وقت سے اب تک کے لوگ فزکس، جیو گرافی، انجنرنگ اور ادویات میں بہت کچھ جان چکے ہیں۔[1]

ارکان ایمان کو نیچرل سائنس کے ساتھ ایک ہی مضمون کی صورت میں پیش کر کے ہیرس دراصل یہ بتلانا چاھتا ہے کہ عقل اور روایتی عقیدہ ایک دوسرے کے باالعکس یا معکوس متناسب ہیں۔یہ محض ایک دعویٰ ہے۔انبیائے کرام پر نازل شدہ وحی ایک حقیقی مبلغ علم وذاتِ باری تعالیٰ کی جانب سے واضح ہدایات پر مشتمل ہوتی ہے اور اس وحی کے دائرہ کار میں جسم اور روح ہر دو آتے ہیں۔عقل کا تعلق محض مادی دماغ سے نہیں بل کہ اس کو پراسیس کرنے والی انسانی روح اور قلب ہے۔جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً۔''[2]

''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہورہی ہے۔''

یہاں سماعت، بصارت اور دل ودماغ کے استعمال پر بازپرس کی بات ہو رہی ہے۔بازپرس اس صورت میں ہو سکتی ہے جب کوئی ذمہ داری عطا کی گئی ہو۔یہ بنیادی طور پر انفس وآفات میں تدبیر کے لئے عطا کی گئی حسیں ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت عطا کی گئی ہیں۔لہٰذا ان کا برموقع اور برمحل اور بامقصد استعمال کا تقاضا بھی کیا گیا ہے۔قرآن کریم انسانی عقل کو اپیل کرتا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰۤئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰۤئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔''[3]

اسی لیے ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ حسی اور عقلی صلاحیتوں کو عرفان حق کے سلسلہ میں استعمال نہیں کرتے، انہیں جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔اسی تسلسل میں غفلت کی بیخ کنی کے سلسلہ میں ارشاد ہے۔

''اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ۔''[4]

''کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟ اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کی مہلتِ زندگی پوری ہونے کا وقت قریب آ گا ہو؟ پھر آخر پیغمبرؐ کی اس تنبیہ کے بعد اور کون سی بات ایسی ہو سکتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں؟''

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات میں غور وحوض کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور ایسا جلد از جلد کرنے کا پابند بناتا ہے اور ہر چیز میں تحقیق وبحث وتلاش کو مقصود ومطلوب قرار دیتا ہے۔

---

[1] Ibid, p.19
[2] سورہ الا اسرا: 36
[3] الاعراف:179
ایضاً: 185 4

"أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُعْرِضُونَ."[1]

"کیا اِن لوگوں کے بنائے ہوئے ارضی خدا ایسے ہیں کہ (بے جان کو جان بخش کر) اُٹھا کھڑا کرتے ہوں؟ اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دُوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا پس پاک ہے اللہ ربّ العرش اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔"

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ، ایک چیلنج ہے جس کے ذریعے ایمان کی تخم ریزی ہوتی ہے اور ایک ایسی امت کی تشکیل ہوتی ہے جو حق کا احترام کرے اور دلائل کو پیش کرے۔ عقلی بحث و تحقیق پر فخر کرے، تعصب اور کورانہ تقلید سے نفرت کرے اور افضل و خوب تر کی تلاش میں ہمیشہ متحرک رہے۔ قرآن کریم میں تدبر کی اصطلاح گہرے غور و فکر کے لئے وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔"[2]

"کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا دلوں پر ان کے قُفل چڑھے ہوئے ہیں؟"

قرآن کریم پر تدبر کی ترغیب دی گئی ہے اور تدبر نہ کرنے والوں کی دلوں کو قفل ذرہ قرار دیا گیا ہے۔ آیت مذکورہ میں تدبر نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ قرآن جو کہ کلام الٰہی ہے میں تدبر کے لئے جسمانی حسوں اور دل و دماغ کا درست استعمال کا تقاضا کیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے عقل کو خطاب کیا اور اس کی اختیار کردہ منہیات کی اساس عقلی تدبر، تفکر، بحث و تحقیق اور فکر پر رکھی گئی ہیں جن کا لازمی تقاضا یہ جمود اور تقلید سے دوری اختیار کرنا اور ہوائے نفس اور ظن کی مذمت کرنا ہے۔[3]

مخلوقات کی تخلیق عبث اور باطل نہیں بل کہ اس کے پیچھے ایک مقصد کارفرما ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔"[4]

"ہم نے اس آسمان اور زمین کو، اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے، فضول پیدا نہیں کر دیا ہے یہ تو اُن لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا ہے، اور ایسے کافروں کے لیے بربادی ہے جہنم کی آگ سے۔"

قرآن میں عقل کے مشتقات صیغہ اسم کے بجائے صیغہ فعل میں وارد ہوئے ہیں۔ دراصل اس میں ایک دلالت مقصود ہے۔ صیغہ فعلیہ لازماً ایک وقوع، ایک ذات اور ایک زمانہ سے مربوط ہوتا ہے۔ عقلی نظر و تدبر ایک حقیقی محمود کاروائی ہے جس کے اپنے مفاہیم و معنی اور ابعاد و آفاق ہیں۔ قرآن کریم میں عقل خود اپنی ذات میں معرفت کے لئے موضوع نہیں بلکہ عقلی ظواہر پر مطالعہ عقل کے لئے موضوع بنائے گئے ہیں۔ روز آخرت کفار پکاریں گے کہ کاش ہم نے سنا ہوتا اور سمجھا ہوتا تو آگ کے سزاوار نہ ہوتے، ارشاد ہے:

---

[1] الانبیا:21،22
[2] سورۃ محمد :24 2
[3] ص-333
[4] ص:427

”وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔“ [1]

”اور وہ کہیں گے "کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اِس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں نہ شامل ہوتے۔“

قرآن کریم میں عقلی غور وتدبر کی کھلی دعوت ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ اسلام نے عقلی تدبر کو دینی واجبات میں شمار کیا ہے اور عقلی وظائف کی سرگرمی کو خدائی فریضہ بل کہ حتمی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ جس سے فرار اختیار نہیں کیا جا سکتا اور اس کے صحیح وغلط استعمال پر اس کا حساب لیا جائے گا۔[2]

قرآن کریم میں عقل کے بہت سے مشتقات وارد ہوئے ہیں جن میں عقل کو فطری ملکہ قرار دیا گیا۔ مثلاً آسمانون اور زمین کی پیدائش اور زندگی اور موت کے مراحل اور دیگر مظاہر فطرت پر غور کرنے والوں کو ہی صاحب عقل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

”اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔“ [3]

اس حقیقت کو پہچاننے کے لیے اگر کوئی نشانی علامت درکار ہے تو) جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں اُن کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، اُن کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریائوں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں، جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور (اپنے اسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابعِ فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

”وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔“ [4]

اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے، مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن کریم میں متعدد آیات عقل کے وظائف اور ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور اسے فکر و نظر کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

”فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۔“ [5]

---

1 الملک :10

2 فاطمہ اسماعیل مصری، ڈاکٹر، عقلیات قرآن کریم ،عکس پبلیکیشنز،لاہور ،ص ۴۹۔

3 البقرہ: 164۔

4 ملاحظہ ہو: سورۃ الرعد ، سورۃ النحل 67، سورۃ الروم :24 :412، سورۃ النحل :۔

5 الطارق:5

''پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے! (غور کرے) وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟''

اور

''اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓي اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَه يُؤْمِنُوْنَ۔'' [1]

''کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟ اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کی مہلتِ زندگی پوری ہونے کا وقت قریب آلگا ہو؟ پھر آخر پیغمبرؐ کی اِس تنبیہ کے بعد اور کون سی بات ایسی ہو سکتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں؟''

قرآن کریم کی 100 سے زائد آیات میں تبصر کے مشتقات وارد ہوئے ہیں جن میں بصیرت کے استعمال کی دعوت دی گئی ہے۔ چند آیات بذیل ہیں:

''وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔'' [2]

''اور خود تمہارے اپنے وجود میں (الدین یعنی جزا و سزا کی نشانیاں) ہیں۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟''

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ[3]

''اور کیا اِن لوگوں نے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا کہ ہم ایک بے آب و گیاہ زمین کی طرف پانی بہالاتے ہیں، اور پھر اسی زمین سے وہ فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے جانوروں کو بھی چارہ ملتا ہے اور یہ خود بھی کھاتے ہیں؟ تو کیا انہیں کچھ نہیں سوجھتا؟''

کسی بھی معاملہ کے نتائج و عواقب بارے غور کرنے کے لئے قرآن کریم میں تدبر کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے اور اولین مطالبہ قرآن کریم میں تدبر قرار دیا گیا ہے۔

''كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِه وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔''[4]

''یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے نبی ﷺ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔''

''اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔'' [5]

''کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔''

---

1 الاعراف: 185
2 الذاریات: 21
3 السجدہ: 27
4 ص: 29
5 النساء: 82

کائنات اور انفس و آفاق میں غور و فکر کے لئے قرآن کریم تفکر کی دعوت دیتا ہے۔

''وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔''[1]

''اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔''

''قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا۔''[2]

''اے نبی ﷺ ،اِن سے کہو کہ ''میں تمہیں بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لیے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ۔''

''لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَه خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔''[3]

''اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔''

عقل کے استعمال سے ہی تفقہ حاصل ہوتا ہے۔ تفقہ کے ذریعے وجود اور اس کے متعلقات کے آفاق و ابعاد کا ادراک حاصل ہوتا ہے:

''وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۔''[4]

''اور وہی ہے جس نے ایک جان سے تم و پیدا کیا پھر ہر ایک کے لیے ایک جائے قرار ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ۔ یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔''

حواس اور عقل و قلب کی صلاحیتوں کے موزوں استعمال نہ کرنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔[5] عقلی نظر کو وسیع تر افق فراہم کرنا تذکر کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات بذیل ہیں:

''وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ۔''[6]

''حالانکہ یہ راستہ تمہارے ربّ کا سیدھا راستہ ہے اور اس کے نشانات اُن لوگوں کے لیے واضح کر دیے گئے ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

''تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔''[7]

''ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے یہ مثالیں اللہ اس لیے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں۔

1 سورة جاثیہ:13، سورة النحل:10، سورة النحل:11
2- النسا : 46
3 - الحشر :21
4 - الانعام: 98
5 - الاعراف: 179
6 - الانعام:126
7 - ابراہیم:25

"وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔" [1]

اور وہ اپنے احکام واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ سبق لیں گے اور نصیحت قبول کریں گے۔

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔" [2]

"کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔"

عقل کے استعمال کرنے سے ایک خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے جسے قرآن کریم میں "لب" سے موسوم کیا گیا ہے۔ اولی الباب کامل عقل والے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ارشادات الٰہی بذیل ہیں۔

"لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔" [3]

"اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔"

"الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔" [4]

"میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔"

قرآن کریم میں عقل سے کام نہ لینے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ ایسے لوگ جنہوں نے اپنی عقل کو معطل کر رکھا ہے ان کے اس عمل پر تعجب اور اظہار ملامت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَاتَعْقِلُوْنَ۔" [5]

"تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کے لیے کہتے ہو، مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے بالکل ہی کام نہیں لیتے؟"

"اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔" [6]

"یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں۔"

قرآن کریم کی متعدد آیات میں علم و معرفت کے حصول کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور ایسا عقلی طور پر تدبر کی صورت میں ہی ممکن ہے۔

---

1 - البقرة:221

2- الزمر:9، سورةالرعد:3، سورة الزمر:21

3 - يوسف: 11

4- الزمر:18

5- البقرة: 44

6- آل عمران :60، سورة مومنون: 85، سورة الذاريات:21، سورة الانعام:50

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (1) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4) عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ [1]

"پڑھو! (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا جسے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو! اور تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ "انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔"

"وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ" [2]

"یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمائش کے لیے دیتے ہیں، مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔"

قرآن کریم میں علم و معرفت کے حصول کی ترغیب پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بل کہ ان کے وسائل کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ حواس و عقل کی بابت چند آیات مبارکہ ذیل ہیں۔

"وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔" [3]

"یہ لوگ جنہوں نے خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے سے انکار کر دیا ہے، ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، اس لیے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ "

"قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔" [4]

"اِن سے کہو اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تم کو سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیے، مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔"

معرفت کے حصول کے لئے مختلف مراحل کے بارے میں قرآن کریم میں واضح ارشادات موجود ہیں انسان کی پیدائش کے وقت وہ عقلی علم سے خالی ہوتا ہے۔ عقل محض[5]، حرکیت اور علوم و معارف سے خالی ہوتی ہے۔ اس کے بعد حواس کے ادراک اور قوت تمیز کے آغاز کا مرحلہ آتا ہے۔

"وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَـيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْــِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔" [6]

---

1 العلق:1تا5۔
2 العنکبوت 43 ۔
3 البقرۃ: 171، سورۃ الملک :10، سورہ الانفال: 21، سورۃ یونس:43 ، 42، سورۃ الحج: 46 ۔
4 الملک: 23، سورۃ ق: 37، سورۃ البقرۃ: 260 ، سورۃ النحل: 78 ۔
5 Pure reason
6 النحل:78

"اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں، اور سوچنے والے دل دیے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔"

اس کے بعد عقلی بدیہات کے علم کا مرحلہ آتا ہے جس میں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کا مرحلہ آتا ہے۔

"**كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ**۔"[1]

"ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرزِ عمل نہ ہوتا)۔"

"**ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ**۔" [2]

"پھر (سن لو کہ) تم بالکل یقین کے ساتھ اسے دیکھ لو گے۔"

حق الیقین کا مرحلہ ایمان کی معراج ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد ہے:

"**وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ**۔" [3]

"اور (وہ واقعہ بھی پیش نظر رہے) جب ابراہیمؑ نے کہا تھا: 'میرے مالک! مجھے دکھا دے تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔' فرمایا: 'کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟' اُس نے عرض کیا: "ایمان تو رکھتا ہوں، مگر دل کا اطمینان درکار ہے۔' فرمایا: اچھا، تو چار پرندے لے اور اُن کو اپنے سے مانوس کر لے۔ پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر اُن کو پکار، وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ خوب جان لے کہ اللہ نہایت بااقتدار اور حکیم ہے۔"

"**فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَه ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ**۔" [4]

"اس طرح جب حقیقت اُس کے سامنے بالکل نمایاں ہو گئی، تو اُس نے کہا: "میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

قرآن کریم حسی اور عقلی طور پر علم کے حصول بابت رہنمائی کرنے کے ساتھ خبر کے ذریعہ حصول علم پر بھی رہنمائی کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"**يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ**۔"[5]

[1] التکاثر: 5
[2] ایضاً: 7
3 البقرہ: 260 -
4259 ایضاً: -

5۔ الحجرات: 6

Al-Hujrāt, :6

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔ یعنی ہر خبر کو بطور ذریعہ علم اختیار نہیں کرنا۔''

حاصلات بحث:

گزشتہ بحث سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ملحدین کی جانب سے اسلام کو جہالت کی 'تعبیر نو' کی مانند پیش کرنا دراصل ایک مغالطہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قرآن کریم قدم قدم پر اپنے مخاطبین کو غور فکر، تدبر کرنے کا حکم دیتا ہے اور انسان کو عطا کردہ حسی اور عقلی صلاحیتوں کے بر محل استعمال کی ترغیب دیتا ہے۔ نیز ایسے افراد جو عقلی اور حسی صلاحیتوں کا درست استعمال نہیں کرتے ان کی نکیر کرنے کے ساتھ انہیں تنبیہ بھی کرتا ہے لہذا یہ عقل کی بیخ کنی نہیں بلکہ عین اس کا استعمال ہے۔

ہیرس مذہب اور تنقیدی فکر کے درمیان کوئی ربط نہیں دیکھتا جبکہ قرآن کریم جا بجا انسان کو کائنات ہستی میں پھیلے مظاہر، کائنات کے ظہور، انسان کا کرہ ارض پر وجود اور زمین و آسمانوں میں پائی جانے والے تنوع پر تنقیدی غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں سجدے و قیام کی حالت اور تفکر فی السماوات والارض کی کیفیت کو 'یذکرون اللہ' کی صفت کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اسلام عقل کے استعمال پر زور دیتا ہے۔ عقلِ محض انسان کو ایک راہ کو دکھاتی ہے لیکن منزل تک لے جانا اس کے بس میں نہیں۔ اسی لئے عقل اور حس ہر دو کے ساتھ وحی انسان کے لئے حقیقی نجات کا موجب ہیں۔

وحی اور عقل میں مغائرت روح اسلام کے خلاف ہے۔ قرآن کریم زیادہ معقول اور زیادہ معتدل راہ اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ دیگر مذاہب (جو کہ اس وقت Genuine حالت میں نہیں) انسانی فہم و شعور کو تقریباً معطل کرتے ہوئے عقل سلیم کے بر خلاف بیانات پر اعتقاد رکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اسلامی تناظر میں ہیرس کا ''عقیدہ اور عقل'' کے متغائر ہونے کا یہ مقالہ صائب نہیں ہے۔